37

اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ والا نظارہ دکھا دے تا کہ کسی قسم کا تردّد باقی نہ رہے اور دل کو کامل سکون اور اطمینان حاصل ہو

(فرمودہ 16 دسمبر 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"دو تین دن سے میری طبیعت پھر کچھ خراب رہنے لگ گئی ہے۔ اس سے پہلے کئی دفعہ دن میں ایسا وقت بھی آتا تھا جب دماغ بالکل صاف ہوتا تھا، پریشانی اور گھبراہٹ میں بھی کمی ہوتی تھی۔ بعض اوقات خصوصاً مغرب کے بعد میں محسوس کرتا تھا کہ اس وقت طبیعت بالکل ٹھیک ہے مگر اب دو تین دن سے پھر دماغ پر بوجھ رہنے لگ گیا ہے۔ اِسی طرح حافظہ کی خرابی میں کسی قدر اصلاح ہوگئی تھی مگر اب پھر یہ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ بھوک بالکل بند ہے۔ پہلے یہ حالت تھی کہ میں صبح کا ناشتہ کر ہی نہیں سکتا تھا حالانکہ ساری رات سونے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ ناشتہ کے لیے بھوک محسوس ہو مگر میں ناشتہ بالکل نہیں کرسکتا تھا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک بسکٹ ہاتھ میں لے کر ٹہلنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ کر کے وہ کھالیا۔ اتنے میں چائے کی پیالی ٹھنڈی ہوگئی اور وہ

یکدم پی لی۔ پھر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اس حالت میں کسی قدر افاقہ ہو گیا اور میں بیٹھ کے ناشتہ کرنے لگ گیا۔ اور پھر علاوہ بسکٹ کے آلو کی بھُجیا اور پھُلکا بھی کھانے لگ گیا اور چائے بھی پینے لگ گیا۔ اس سے پہلے کچھ اس قسم کی مرض تھی کہ میں گرم چائے نہیں پی سکتا تھا لیکن دو تین دن سے پھر طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر مجھے بار بار جلاب لینے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی عادت پڑ جائے گی میں نے ان کی یہ بات مان لی اور گو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا اجابت تو ہوتی رہی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ انتڑیاں پوری طرح صاف نہیں ہوتی تھیں اور اس کی وجہ سے دماغ پر کچھ بوجھ رہتا تھا۔ چنانچہ دو تین دن سے پھر طبیعت خراب ہو گئی ہے بھوک میں تدریجاً کمی آنی شروع ہوئی اور اب یہ حالت ہے کہ بھوک بالکل بند ہے۔ آج صبح میں ناشتہ نہیں کر سکا۔ پھر پہلے یہ ہوتا تھا کہ اگر میں صبح کا ناشتہ نہ کر سکتا تو دوپہر کے وقت بھوک لگ جاتی تھی لیکن آج کھانے کے وقت بھی بھوک نہیں لگی۔ گویا میں نے ساری رات بھی کچھ نہیں کھایا۔ پھر صبح آٹھ سوا آٹھ بجے ناشتہ کے لیے بیٹھا تو ناشتہ بھی نہیں کر سکا اور خالی اٹھ بیٹھا۔ پھر سَوا بارہ بجے کے قریب کھانا کھانے کے لیے بیٹھا تو پھر بھی بھوک محسوس نہ ہوئی اور بغیر کچھ کھائے اٹھ بیٹھا۔ اب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ شام کو کیا ہوگا؟ میں کھانا کھا سکوں گا یا نہیں؟ اس لیے وہ دوست جو پہلے شغف اور توجہ کے ساتھ میری صحت کے لیے دعا کرتے تھے اُن کو پھر دعا میں لگ جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میری موجودہ بیماری کی حالت کو بدل دے اور سکون اور اطمینان کی حالت پیدا کر دے۔ اب سالانہ جلسہ بھی آ رہا ہے اس موقع پر مجھے کچھ نہ کچھ بولنا پڑے گا اس کی وجہ سے بھی طبیعت پر ایک بوجھ سا ہے اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بوجھ کو بھی اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور صحت کی جو یہ حالت ہے کہ دو دن خراب رہتی ہے اور دو دن ٹھیک ہو جاتی ہے اور پھر دو دن خراب ہو جاتی ہے اِس کو دور کر کے اس کی بجائے مستقل اطمینان اور سکون کی توفیق بخشے۔

اِس کے بعد میں ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے میں تمہیداً کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بشارات ملتی ہیں یا اُس کی طرف سے بعض

اخبار پر انسان کو اطلاع ہوتی ہے اُن کو شائع کرنے کا اصل حکم شرعی نبی کو ہوتا ہے اور ظلّی طور پر ظلّی اور بروزی نبی کو ہوتا ہے۔ شرعی نبی کو اشاعت کا حکم اِس لیے ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنی وحی کو چُھپا دے تو لوگوں کو شریعت سے کیسے اطلاع ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شرعی نبی بھی بعض اوقات یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی طبائع پر یہ اثر ہو کہ میں اُن پر حکومت جتانا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لیے میں اپنے الہامات کو شائع کر دیتا ہوں۔ اس لیے وہ بھی بعض اوقات چاہتا ہے کہ اپنے الہامات کو چھپا دے۔

جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات سے اس کا استدلال ہوتا ہے رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے الہامات اور رؤیا وکشوف کی اشاعت میں حیا محسوس کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو دیکھ کر فرمایا بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ [1] جو کچھ تجھ پر نازل ہوتا ہے اُس کو لوگوں تک پہنچانا تیرا فرض ہے کیونکہ اس سے تیری بعثت کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اِسی قسم کے نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی [2] ہم تجھ پر ایسی وحی نازل کریں گے کہ تُو اسے بھولے گا نہیں۔ کیونکہ اگر شریعت والا نبی اپنی وحی بھول جائے تو اس کی امت اُن احکامات اور ہدایات سے محروم رہے گی جو اُس وحی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔

لیکن غیر تشریعی نبی کے لیے یہ حکم نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو دیکھ لو۔ کئی جگہ لکھا ہے کہ پھر الہام کا ایک ٹکڑا مجھے بھول گیا یا الہام ہوا تھا مگر اُس کے الفاظ مَیں بھول گیا ہوں۔ ہاں اُس کا مفہوم یہ تھا۔ اگر آپ تشریعی نبی ہوتے تو آپ کا بھولنا کتنی تباہی کا موجب ہوتا۔ پس تشریعی نبی کو وحی بھولا نہیں کرتی۔ ہاں غیر تشریعی نبی بعض اوقات اپنے الہامات یا اس کے کسی حصہ کو بھول جاتا ہے

مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ غیر تشریعی انبیاء کی وحی اور الہامات میں بھی بعض معارف ہوتے ہیں۔ اور بعض الہامات ایسے ہوتے ہیں جو پہلی شریعت کے کسی حصہ کی تشریح اور تفصیل ہوتے ہیں۔ اس لیے اس قسم کے الہامات غیر تشریعی انبیاء کو بھی نہیں بھولتے۔ کیونکہ یہ الہامات بمنزلہ وحیِ اوّل ہوتے ہیں۔ اور جو الہام اور وحی بمنزلہ وحیِ اول ہو وہ بھی نہیں بھول سکتی۔ کیونکہ اُس کے بھولنے سے بھی وہی نقصان ہوسکتا ہے جو سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی

والی وحی کے بھولنے سے ہوتا ہے۔
بعض دفعہ مجھے بھی کوئی کلمہ خدا تعالیٰ کا سننے کی توفیق ملتی ہے یا کوئی خواب آ جاتی ہے یا کوئی کشف ہوتا ہے تو ہمارے مولوی محمد یعقوب صاحب اُس کو اُچھالنے لگ جاتے ہیں۔ میں نے ان کو سمجھایا بھی ہے کہ اِس طرح زمانہ کے اصل مأمور کی وحی میں ایک قسم کا تداخل ہو جاتا ہے۔ یوں خوابوں اور الہامات کو بیان کرنا منع نہیں۔ خود رسول کریم ﷺ بھی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور صحابہؓ سے پوچھتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی خواب آئی ہو تو سناؤ3۔
اصل بات یہ ہے کہ اگر امام یا کسی بزرگ کے سامنے کوئی خواب یا کشف اس غرض سے بیان کیا جائے کہ وہ دوسرے لوگوں کے لیے زیادتی ءایمان کا موجب ہو تو وہ درست ہے گو ایسا کرنا فرض نہیں۔ (لیکن رسول کریم ﷺ پر اپنے الہامات اور رؤیا و کشوف کا بیان کرنا فرض تھا)۔ اِس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک خواب کسی ایک فرد کو آتی ہے لیکن وہ ہوتی ساری امت کے لیے ہے۔ اس لیے امام اُس سے ساری امت کو اطلاع دے دیتا ہے۔ جیسے رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک صحابی کو اذان کے الفاظ سنائے گئے۔ اُس نے وہ خواب رسول کریم ﷺ کے سامنے بیان کی تو آپ نے فوراً سمجھ لیا کہ یہ خواب اگرچہ اس شخص کو آئی ہے مگر اِس سے مراد مَیں ہوں اِس لیے اس اذان کو نماز کا حصہ بنا لینا چاہیے4۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اذان دینے کا حکم دے دیا اور اب سب مسلمان اذان کہتے ہیں حالانکہ اذان رسول اللہ ﷺ کو خواب میں نہیں بتائی گئی تھی بلکہ ایک صحابی کو بتائی گئی تھی۔
اذان کے الفاظ حضرت عمرؓ کو بھی خواب میں بتائے گئے تھے5۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ میں نے شرم کے مارے یہ الفاظ کسی اَور کو نہ بتائے کیونکہ وہ صحابی مجھ سے پہلے بیان کر چکے تھے۔ پس بعض اوقات خواب کے بیان کرنے کی یہ غرض بھی ہوتی ہے کہ اگر اُس کا اثر وسیع طور پر پیدا ہونے والا ہو تو امام یا کوئی اَور صاحبِ اثر بزرگ اُس کو ساری جماعت میں پھیلا دے۔ یا امام خود دیکھے کہ وہ خواب اثر رکھنے والی ہے اور سارے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے تو وہ اُسے لوگوں میں پھیلا دے تا وہ اس سے فائدہ اٹھا لیں۔ لیکن اِس طرح خوابوں کو سنانا بھی بطور نفل کے ہے فرض نہیں۔

پھر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کو مُنذِر خواب آ جاتی ہے۔ لیکن علمِ تعبیر الرؤیا سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ اُسے سمجھ نہیں سکتا۔ وہ اُسے امام یا کسی اور بزرگ کے سامنے بیان کر دیتا ہے اور وہ اس کو خواب کے مُنذِر پہلو سے واقف کر دیتا ہے۔ اور اسے استغفار کرنے یا صدقہ دینے کی تلقین کر دیتا ہے۔ اِس طرح اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اِس قسم کی خواب بھی ایسے شخص کو ہی بیان کرنی چاہیے جسے علم نہ ہو کہ خواب مُنذِر ہے یا نہیں۔ ورنہ اگر اُسے پتا لگ جائے کہ وہ خواب مُنذِر ہے تو رسول کریم ﷺ کا حکم یہی ہے کہ اُسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ انذاری خوابیں اگر متواتر آئیں تو وہ شیطانی ہوتی ہیں۔ لیکن مبشر خوابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں 6۔

بہرحال ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قسم کے نائب اور قائم مقام ہیں۔ ہاں آگے درجات میں فرق ہے۔ یعنی کوئی بڑے مقام کا نائب ہے اور کوئی چھوٹے مقام کا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رنگ میں خلیفہ اور قائم مقام ہے۔ جیسے ہر مسلمان رسول کریم ﷺ کا ایک طرح خلیفہ اور قائم مقام ہے بشرطیکہ وہ کوشش کرے کہ آپ کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے۔ اِس لیے ہم اپنے رؤیا وکشوف دوسرے دوستوں کو بتا دیتے ہیں تا وہ اُن کے ایمان کی تقویت کا موجب ہوں اور اِس طرح کئی لوگ ان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بعض باتیں صحابہؓ کے سامنے بیان فرمائیں اور پھر فرمایا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ 7 یعنی جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری اِن باتوں کو اُن لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ کیونکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سننے والوں کی نسبت زیادہ نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔

اِس تمہید کے بعد میں دوستوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں جب انگلستان میں تھا تو ایک دن اخبار الفضل آیا۔ اُس میں یہ خبر چھپی ہوئی تھی کہ سید نذیر حسین صاحب گھٹیالیاں والے فوت ہو گئے ہیں۔ سید نذیر حسین صاحب پرانے صحابہ میں سے تھے اس لیے طبعاً اُن کی وفات کا مجھے صدمہ پہنچا۔ میں اُن کے لیے دعا کرتے کرتے سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت مجھ سے ملنے کے لیے آئی ہے۔ اُس نے "سوسی" کی شلوار پہنی ہوئی ہے۔ اُس کا کرتا اور دوپٹہ

سفید ہے۔ سوسی ایک کپڑے کا نام ہے جو پرانے زمانہ میں پنجاب میں اکثر استعمال میں آتا تھا۔ اس کپڑے کے درمیان سرخ یا سفید دھاریاں ہوتی تھیں یا اس میں مختلف قسم کے نشان ہوتے تھے۔ اب اس کپڑے کا رواج نہیں رہا۔ کیونکہ اب اس سے اچھی قسم کے کپڑے نکل آئے ہیں۔ بہرحال وہ عورت میرے سامنے آئی اور اس نے مجھے سلام کیا۔ میں سمجھتا ہوں (یا وہ خود کہتی ہے) کہ وہ سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی بیوی ہے۔ وہ سلام کر کے واپس لَوٹی تو میں نے اُسے بلایا اور کہا بی بی! ذرا بات سنو۔ جب وہ میرے پاس آئی تو جس طرح مجھے بیداری کے عالَم میں یہ فکر تھا کہ سید نذیر حسین صاحب کا معلوم نہیں کوئی بیٹا بھی ہے یا نہیں!۔ اِسی طرح خواب میں بھی مجھے یہی فکر ہے اور میں نے اُس سے دریافت کیا کہ بی بی! سید نذیر حسین صاحب کی کوئی اولاد بھی ہے؟ اُس نے کہا سید نذیر حسین صاحب کی اولاد مجھ سے تو نہیں مگر دوسری بیوی سے ہے۔ اب مجھے یہ پتا ہی نہیں تھا کہ سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ اس لیے اس خواب کی وجہ سے میں حیران تھا کہ اِس کا کیا مطلب ہے۔

اُن دنوں چودھری ظفراللہ خاں صاحب ایک لیکچر کے لیے امریکہ گئے ہوئے تھے۔ ہالینڈ سے وہ چھٹی پر آئے ہوئے تھے۔ امریکہ سے واپسی پر وہ میری خاطر انگلستان آئے اور گو وہاں ہر روز بڑے بڑے آدمی اُن کی دعوتیں کرتے رہتے تھے، کبھی پاکستان اور ہندوستان سے گئے ہوئے لوگ اُن کو دعوتوں پر بلا لیتے تھے اور کبھی ایمبیسی والے انہیں دعوت پر بلا لیتے تھے۔ مگر کسی نہ کسی طرح وہ اُن سے پیچھا چُھڑا کر میرے ساتھ کھانا کھانے کے لیے آ جاتے تھے۔ بہرحال جب چودھری صاحب انگلستان آئے تو میں نے خیال کیا کہ یہ بھی ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں شاید سید نذیر حسین صاحب کے خاندان کے متعلق انہیں کچھ علم ہو۔ چنانچہ میں نے اُن کے سامنے اپنی خواب بیان کی اور دریافت کیا کہ آپ کے ننھال بھی اسی علاقہ کے ہیں۔ کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی ایک بیوی تھی یا دو بیویاں تھیں؟۔ چودھری صاحب نے جواب دیا کہ ذاتی طور پر تو مجھے اس کا علم نہیں۔ ہاں میرا خیال ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے میرے ماموں چودھری عبداللہ خاں صاحب نے (جو گھٹیالیاں کے قریب ہی ایک گاؤں داتا زید کا کے رہنے والے تھے) میرے سامنے ذکر کیا تھا کہ سید نذیر حسین صاحب کی

دو بیویاں ہیں۔مگر مجھے یہ علم نہیں کہ آیا اُن کی کوئی اولاد بھی ہے یا نہیں۔

پندرہ سولہ دن کی بات ہے میں عصر کی نماز پڑھا کر کچھ دیر کے لیے مسجد میں بیٹھ گیا۔تو میں نے ایک دوست چودھری محمد عبداللہ صاحب کو دیکھا جو قلعہ صوبا سنگھ کے رہنے والے ہیں اور داتا زیدکا کے حلقہ کی جماعت کے نائب امیر ہیں۔ میں نے اُن کو آگے بلایا اور کہا کہ ضلع سیالکوٹ کی جماعت کچھ سُست رہنے لگ گئی ہے۔انہوں نے کہا نہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ضلع سیالکوٹ کی جماعت نے سیلاب کے دنوں میں بہت اچھا کام کیا ہے۔ پھر میں نے کہا شاید جماعت کے لوگ چندہ کی طرف کم توجہ دینے لگے ہیں۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ سیلاب کی وجہ سے کچھ وقت تک چندے آ ہی نہیں سکے تھے۔ اب میں دو ہزار (یا شاید انہوں نے تین ہزار کہا) روپیہ اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ میں کل خزانہ میں جمع کرا دوں گا۔ میں نے سمجھا کہ یہ بھی داتا زیدکا کے حلقہ کے رہنے والے ہیں اس لیے میں انہیں بھی اپنی خواب سنا دوں۔ چنانچہ میں نے اُن کو یہ خواب سنائی اور اُن سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ سید نذیر حسین صاحب کی دو بیویاں تھیں یا ایک بیوی تھی اور پھر کیا اُن کی دوسری بیوی سے کوئی اولاد ہے؟ اُس وقت بعض دوسرے دوست بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ غالباً وہ پندرہ بیس کے قریب ہوں گے۔انہوں نے کہا کہ اِس بات کا تو مجھے علم نہیں کہ آیا سید نذیر حسین صاحب کی دو بیویاں تھیں یا ایک بیوی تھی۔ ہاں! اتنا ضرور علم ہے کہ اُن کا ایک بیٹا موجود ہے لیکن وہ کس بیوی سے ہے اس کا مجھے علم نہیں۔اتفاق کی بات ہے کہ آج ڈاک آئی تو اس میں ایک خط چودھری محمد عبداللہ صاحب کا بھی نکل آیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ پچھلے دنوں میں ربوہ گیا تھا تو حضور نے ایک دن مسجد میں مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی دو بیویاں تھیں یا ایک؟ اور پھر ان کا جو بیٹا موجود ہے وہ کس بیوی سے ہے؟ میں نے کہا تھا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ میں واپس آیا تو میں نے سید نذیر حسین صاحب مرحوم کے بیٹے کو سارا واقعہ سنایا۔ اُس نے کہا یہ درست ہے کہ میرے والد سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی دو بیویاں تھیں اور میں دوسری بیوی سے ہی ہوں۔ اُن کی پہلی بیوی جو بدوملہی کی تھی جس سے اُن کی کچھ ناچاقی ہو گئی تھی اور انہوں نے اُسے طلاق دے دی تھی۔اس کے بعد انہوں نے میری والدہ سے شادی کی اور ان سے میں پیدا ہوا۔

اب دیکھو کہ میں لندن میں بیٹھا ہوا ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے آتے ہیں۔ اور مجھے بتاتے ہیں کہ سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی اولاد ہے اور وہ ان کی دوسری بیوی سے ہے۔ میں چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا سید نذیر حسین صاحب کی دو بیویاں تھیں اور کیا ان کی اولاد دوسری بیوی سے ہے؟ تو وہ کہتے ہیں مجھے ان کے کسی بیٹے کا تو علم نہیں ہاں میں نے اپنے ماموں چودھری عبداللہ خان صاحب سے سنا تھا کہ اُن کی دو بیویاں تھیں۔ پھر یہاں آکر چودھری محمد عبداللہ صاحب سے جو اس حلقہ کے نائب امیر ہیں مَیں دریافت کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں سید نذیر حسین صاحب کا ایک بیٹا تو ہے اور وہ ہمارے سکول میں مدرّس ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا علم نہیں کہ سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی دو بیویاں تھیں اور وہ لڑکا ان کی دوسری بیوی سے ہے۔ واپس جا کر وہ سید نذیر حسین صاحب کے بیٹے سے پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ فی الواقع میرے والد کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی بدو ملہی کی تھی جسے انہوں نے طلاق دے دی تھی بعد میں انہوں نے میری والدہ سے شادی کی تھی۔

غرض اس طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتے جنہیں خدا تعالیٰ کسی خاص چیز کا علم دے دیتا ہے آتے ہیں اور دنیا میں بعض انسانوں کو خدا تعالیٰ کے اشارہ سے کسی چیز کے متعلق کچھ بتا دیتے ہیں۔ لیکن پھر بھی شرعی وحی اور غیر شرعی وظلی وحی میں ایک فرق ہوتا ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ ہر شرعی وحی نبی کے قلب پر بھی نازل ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ 8 یعنی یہ وحی جو رب العلمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اسے روح الامین نے تیرے قلب پر نازل کیا ہے۔ چونکہ اِس وحی کے متعلق یہ حکم ہوتا ہے کہ اِس پر اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ کہو۔ اس لیے یہ قلب پر نازل ہوتی ہے اور جُوں جُوں نازل ہوتی ہے وہ دلوں کو مضبوط کرتی چلی جاتی ہے۔ دوسری وحی سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے تو اٹھا لیتا ہے اور اگر فائدہ نہ اٹھائے تو اُس کی مرضی ہوتی ہے۔

کئی لوگوں نے آیت سے غلطی کھائی ہے خصوصاً بہائیوں کو اس سے غلطی لگی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو خیال دل میں آجائے وہ وحی ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم اور احادیث سے پتا لگتا ہے کہ وحی زبان پر بھی نازل ہوتی ہے 9۔ مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو فرماتا ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ 10 کہ زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کر۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ وحی زبان پر بھی نازل ہوتی ہے۔ اصل میں یہ دوہری وحی ہوتی ہے۔ یہ وحی زبان پر بھی نازل ہوتی ہے اور دل پر بھی اس کا نزول ہوتا ہے تا کہ وہ مضبوط ہو جائے۔ لیکن دوسروں کو جو وحی ہوتی ہے وہ بروزی اور ظلّی طور پر ہوتی ہے۔ اِس قسم کی ہر وحی قلب پر نازل نہیں ہوتی ہے وہ بعض دفعہ کان پر نازل ہوتی ہے۔ مثلاً انسان ایک کلام سنتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ یا اُس کی زبان پر کچھ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں اور وہ کہتا ہے مجھے الہام ہوا ہے یا یہ کلام میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ مگر تشریعی انبیاء کی جو وحی ہوتی ہے یا بعض اوقات ظلی اور بروزی انبیاء کی وحی بھی صرف کان اور زبان پر ہی نازل نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک ہی وقت میں کان یا زبان اور اس کے ساتھ قلب پر بھی نازل ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تین جگہ نازل ہوتی ہے۔ ایک تو وہ زبان یا کان پر نازل ہوتی ہے۔ دوسرے وہ قلب پر نازل ہوتی ہے اور تیسرے وہ دماغ پر نازل ہوتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ یہ وحی کتابِ مکنون 11 میں ہے۔ یعنی یہ وحی ایک طرف تو اس قرآن میں نازل کی گئی ہے اور دوسری طرف اسے انسانی فطرت کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ پس تشریعی انبیاء کی وحی زبان یا دل پر نازل ہونے کے علاوہ قلب پر بھی نازل ہوتی ہے اور میخ کی طرح دل میں گڑ جاتی ہے۔

میں پہلے بھی یہ واقعہ سنا چکا ہوں کہ گزشتہ عید کے دن انگلینڈ کے ایک ادیب ڈسمنڈ شا نے جو وہاں کے بہترین ادیبوں میں شمار ہوتا ہے ایک تقریر کی جس میں اُس نے بتایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے امن پسند نبی تھے۔ مگر ہمارے لوگ آپؐ کو سب سے بڑا امن پسند نبی نہیں مانتے۔ بلکہ افسوس ہے کہ خود آپ کے متبع تھوڑے تھوڑے اختلاف پر آپس میں ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگ جاتے ہیں۔ (اُس کا ہماری طرف اشارہ تھا) حالانکہ آپؐ سب سے بڑے امن پسند نبی تھے۔ اِس تقریر کے موقع پر بہت سے انگریز بھی موجود تھے۔ ڈسمنڈ شا نے کہا میرے عیسائی دوست جو اِس وقت یہاں بیٹھے ہیں کہیں گے کہ تم تو عیسائی ہو پھر تم یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ لیکن میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کیونکہ میں نے اسلام کا بڑا مطالعہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ امن پسند نبی کوئی نہیں تھا۔ اس نے پھر کہا کہ لوگ کہیں گے کہ تُو تو

عیسائی ہے پھر تیرا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں کہوں گا کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام بھی امن پسند نبی تھے لیکن وہ محمد رسول اللہ (ﷺ) سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ تقریر کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میں بھی اپنے مکان کی طرف جو قریب ہی تھا جانے کے لیے چل پڑا۔ میں اپنے مکان کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ڈسمنڈ شا آ رہا تھا۔ میں نے کہا ڈسمنڈ شا! تقریر تو ختم ہو چکی ہے اور لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے ہیں لیکن آپ میرے پیچھے آ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا میرے دل میں ایک خیال آیا تھا جس کی وجہ سے میں مجبور ہو گیا تھا کہ آپ کے پیچھے پیچھے آؤں۔ اُس نے کہا میں آپ سے اِس بات کا ذکر کرنے آیا تھا کہ جب میں اپنی تقریر میں یہ کہہ رہا ہوتا ہوں کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) سب سے بڑے امن پسند نبی تھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ اِس بات کو نہیں مانتے۔ حالانکہ میں سمجھ رہا ہوتا ہوں کہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میں نے کہا ڈسمنڈ شا! اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب کوئی بات منوانا چاہتا ہے تو وہ اُسے انسان کے دل پر نازل کیا کرتا ہے۔ تمہاری زبان پر خدا بولتا ہے تو وہ بات لوگوں کے کانوں میں جاتی ہے اُن کے دل کے اندر داخل نہیں ہوتی۔ لیکن جب خدا اُن کے دل میں بولے گا تو وہ سارے ماننے لگ جائیں گے۔ اِس پر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔ خدا میری زبان سے بولتا ہے اور پھر وہ بات دوسرے لوگ میرے واسطہ سے سنتے ہیں۔ اس لیے اُن پر اثر نہیں ہوتا۔ اگر وہ ان کے دل میں بولے تو وہ ضرور ماننے لگ جائیں۔

یہ وہی حقیقت ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ [12] یعنی چونکہ یہ وحی تیرے قلب پر نازل ہوتی ہے اس لیے تیرے اندر اس وحی کے متعلق غیر معمولی استقامت پائی جاتی ہے اور تُو کہتا ہے کہ اگر تم سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی لا کر رکھ دو اور پھر مجھ سے کہو کہ میں خدائے واحد کی توحید کی اشاعت کرنے سے رک جاؤں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی وحی میرے دل پر نازل ہوئی ہے۔ اگر وہ میرے قلب پر نازل نہ ہوتی تو میں تمہاری باتوں کو بھی سنتا۔ لیکن اب یہ سوال باقی نہیں رہا کہ میں تمہاری بات بھی سنوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے میرے

دل پر اپنی وحی نازل کی ہے اور میرے دل میں آہنی میخ کی طرح توحید کا عقیدہ راسخ کر دیا ہے۔
بہرحال جیسا کہ میں نے بتایا ہے بعض لوگوں نے اس آیت سے دھوکا کھایا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ جو خیال دل میں پیدا ہو وہ وحی ہوتی ہے حالانکہ وحی زبان اور کان پر نازل ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا قلب پر بھی نزول ہوتا ہے تا کہ اس کی تائید ہو جائے۔

پھر اگر قرآن کریم میں صرف یہی آیت ہوتی کہ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ تو ہمیں دھوکا لگ سکتا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اَور بھی بعض آیات قرآن کریم میں آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کان اور زبان پر بھی نازل ہوتی ہے۔ مثلاً جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ آیت تو یہی ہے کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ کہ تُو جلدی جلدی اپنی زبان نہ ہلا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لسان پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات وحی صَلْصَلَةُ الْجَرَس کی طرح آتی ہے [13] اور صَلْصَلَةُ الْجَرَس یعنی گھنٹی کی آواز کو کان کے ذریعہ سنا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَوْعٰى مَا يَقُوْلُ [14] ۔ کہ کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں متمثل ہو کے میرے پاس آجاتا ہے اور وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں اُس کی باتوں کو یاد کر لیتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی زبان اور کان پر بھی نازل ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا دل پر بھی نزول ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ شخص جس پر وحی نازل ہوتی ہے سب سے بڑا مومن ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کے کانوں اور زبان کے ساتھ ساتھ اُس کے دل پر بھی وحی کا نزول ہوتا ہے۔ اور چونکہ سارے عقائد اور خیالات دل سے ہی پیدا ہوتے ہیں اس لیے اگر دل پر وحی نازل ہو گئی تو یہ ساری چیزیں آپ ہی درست ہو جاتی ہیں۔

غرض وحی کے کئی مراتب ہوتے ہیں۔ انبیائے تشریعی کی وحی اَور درجہ کی ہوتی ہے اور انبیائے بروزی اور ظلی کی وحی اَور درجہ کی ہوتی ہے۔ انبیائے بروزی اور ظلی وحی کو بھول سکتے ہیں لیکن انبیائے تشریعی اپنی تشریعی وحی کو نہیں بھولتے۔ کیونکہ اگر شریعت ہی بھول جائے تو اُن کی امت تباہ ہو جائے۔ اِسی طرح انبیائے بروزی اور ظلی کی ایسی وحی بھی جو کسی سابقہ وحی کی تفصیل بیان کرنے یا کسی خاص نکتۂ معرفت کے بیان کرنے کے لیے آتی ہے نہیں بھولتی کیونکہ اُس کے

لیے بھی وہی قانون جاری ہے جو شرعی وحی کے لیے ہے اور اس کی بھی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔
اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عام وحی کی بھی ایک قسم کی حفاظت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر یہ وحی ہو کہ فلاں دشمن مر جائے گا یا طاعون آ جائے گی تو اس وحی کی بھی ایک قسم کی حفاظت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اخبارِ غیبیہ جن پر خدا تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو اطلاع دیتا ہے ساری کی ساری بھول جائیں تو وہ لوگوں کو سنائی کیسے جاسکیں۔ لیکن بہرحال اسے وہ مقام حاصل نہیں ہوتا جو تشریعی وحی کو حاصل ہوتا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شوشہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض جگہوں پر تحریر فرمایا ہے کہ مجھ پر ایک وحی نازل ہوئی تھی جس کے الفاظ تو بھول گئے ہیں لیکن اُس کا مفہوم یہ تھا۔ پھر بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وحی کا ایک حصہ یاد رہتا ہے اور دوسرا بھول جاتا ہے۔ اس کی مثالیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں ملتی ہیں۔ بہرحال ''ھر سخنے وقتے و ھر نکتہ مقامے دارد'' ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک وقت اور مقام ہوتا ہے۔
لوگ عام طور پر نبی کے لفظ پر چڑتے ہیں۔ حالانکہ انبیاء بھی کئی درجوں کے ہوتے ہیں۔ جس کو خدا تعالیٰ نبی کہہ دیتا ہے وہ نبی تو ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ سارے نبی ایک ہی مقام کے ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ بھی نبی ہیں اور عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام بھی نبی تھے۔ مگر کُجا محمد رسول اللہ ﷺ اور کُجا موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام۔ ان سب کا الگ الگ مقام اور درجہ ہے۔ پس نبی، نبی میں بھی فرق ہے۔ اِسی طرح مومن، مومن میں بھی فرق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی مومن تھے اور وہ چھوٹے سے چھوٹے صحابی بھی مومن تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والسلام کی آخری عمر میں آپ پر ایمان لائے۔ وہ تابعی بھی مومن تھے جو چھوٹی عمر میں آخری صحابی کو اُس کی آخری عمر میں ملے۔ اور وہ تبع تابعی بھی مومن تھا جو کسی آخری تابعی کو اُس کی آخری عمر میں ملا۔ پھر وہ تبع تبع تابعی بھی مومن تھا جو آخری تبع تابعی کو اُس کی آخری عمر میں ملا۔ پھر آج کل کے مسلمان بھی مومن ہیں۔ لیکن اِن سب مومنوں میں درجہ کا فرق ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں پشاور کے ایک مخلص دوست حافظ محمد صاحب تھے۔ وہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان گئے۔ مولوی غلام حسین صاحب مرحوم بھی ساتھ

تھے۔ رستہ میں یہ بات شروع ہوگئی کہ مومن کا کیا مقام ہوتا ہے اور آیا ہم مومن ہیں یا نہیں؟ ان کے ساتھ جتنے احمدی تھے اُن سب نے انکسار کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ توبہ! ہم تو اپنے آپ کو مومن کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے، یہ بڑی گستاخی ہے۔ حافظ محمد صاحب بڑے جوشیلے احمدی تھے۔ وہ کہنے لگے اچھا! اگر تم مومن نہیں ہو تو میں آج کے بعد تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ میں نے تو مومنوں کی اقتداء میں نماز پڑھنی ہے اور اگر تمہیں خود بھی یہ یقین نہیں کہ تم مومن ہو تو میں تمہارے پیچھے نماز کیوں پڑھوں۔ چنانچہ انہوں نے اُن احمدیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ اِسی طرح ایک سال گزر گیا۔ اگلے جلسہ پر پھر یہ سب لوگ قادیان گئے تو مولوی غلام حسین صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ حافظ صاحب نے ہماری اقتداء میں نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے اور اِس کی وجہ یہ ہوئی ہے، آپ انہیں سمجھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حافظ محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا حافظ صاحب! اتنی سختی نہیں کرنی چاہیے۔ مگر بات آپ کی ہی ٹھیک ہے۔ اگر انسان اپنی ذات پر بھی حُسنِ ظنی نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مومن نہیں سمجھتا تو اُسے دوسروں نے کہاں مومن سمجھنا ہے۔ پس اپنے اوپر بدظنی کرنا بہت بُری چیز ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بھی اپنے بندے کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جس کی وہ اس سے امید کرتا ہے۔ پس انسان کو سمجھنا چاہیے کہ چاہے اُس میں بعض کمزوریاں اور نقائص بھی ہوں آخر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے، قرآن کریم پر ایمان لایا ہے، خدا تعالیٰ کی توحید کا اُس نے اقرار کیا ہے۔ پھر وہ مومن کیوں نہیں؟ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بڑے درجے کا مومن نہ ہو بلکہ چھوٹے درجہ کا مومن ہو۔ لیکن مومن ہونے سے اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

انکوائری کمیشن کے سامنے میں نے یہی بیان کیا تھا کہ جس طرح ایمان کے مختلف مدارج ہیں اسی طرح کفر کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے لیے کافر کا لفظ استعمال کیا جائے اُس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی منکر ہے۔ بلکہ کفر کے معنے صرف انکار کرنے کے ہیں اور انکار ایسے شخص کا بھی ہوسکتا ہے جس پر حجت پوری نہیں ہوئی۔ ایسا آدمی باوجود منکر ہونے کے بری الذمہ ہے۔ اُس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الزام نہیں۔ اور انکار ایسے شخص کا بھی ہوسکتا ہے جس پر حجت تو پوری ہوگئی ہو لیکن وہ عقل کا پورا نہ ہو۔ ایسا شخص

بھی منکر تو کہلائے گا لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ قابلِ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ پھر منکر وہ شخص بھی ہوگا کہ جس پر حجت پوری ہوگئی ہے اور وہ عقل بھی رکھتا ہے اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی بات کا بضد انکار کرتا ہے۔ ایسا شخص قابلِ مؤاخذہ ہے۔ بہرحال انکار کرنے والوں میں تو وہ سب جمع ہوں گے لیکن سزا اور جزا کے نیچے یہ سب جمع نہیں۔ بلکہ ہر ایک کا درجہ اور اُس کی جزا و سزا الگ الگ ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن انسان کو ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! تُو ہمیں نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ والا نظارہ دکھا۔ اور جو خبر بھی ہمیں دے گو وہ ہمارے درجہ کے ہی مطابق ہو مگر تُو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اُسے ہمارے دلوں پر بھی نازل کر، تا ہمیں تیرے کلام پر یقین پیدا ہو جائے اور ہم کبھی بھی تیری کسی بات پر شبہ نہ کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جن دنوں گورداسپور میں کرم دین کی طرف سے مقدمہ دائر تھا ایک دن کسی شخص نے آپ کو خبر دی کہ آریوں نے مجسٹریٹ سے کہا ہے کہ تم نے مرزا صاحب کو ضرور سزا دینی ہے۔ ورنہ تمہاری قوم تم سے ناراض ہو جائے گی۔ اور اُس نے ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے۔ آپ یہ خبر سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور فرمایا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنے والا کون ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کرم دین کو اس مقدمہ میں سزا ہوگئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بری ہو گئے۔

پس خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر وحی تو نازل کرتا ہے مگر ضرورت اِس امر کی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں وہ ہمارے قلب پر بھی وحی نازل کرے تا کہ ہمیں اُس پر اِس قدر یقین ہو جائے کہ کسی قسم کا تردّد باقی نہ رہے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسان کو کامل سکون اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً میری صحت کے متعلق بعض دوسرے دوستوں نے بھی خوابیں دیکھی ہیں اور مجھے بھی ایک نظارہ دکھایا گیا ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا۔ مثلاً میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی بچہ کئی منزلوں سے نیچے گرا ہے مگر پھر بھی وہ بچ گیا ہے۔ اب کئی منزلوں سے نیچے گرنا یہی مفہوم رکھتا ہے کہ میں اچھی بھلی صحت کی حالت میں تھا کہ یکدم بیمار ہو گیا۔ ایک منٹ پہلے میری اِس بیماری کا کسی کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا۔ میں ٹہلتے ٹہلتے قرآن کریم پڑھ رہا تھا کہ یکدم بیمار ہو گیا۔ پس میری یہ بیماری کئی

منزلوں سے نیچے گرنے کے مشابہ ہے۔ اور پھر جس طرح رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ وہ بچہ بچ گیا اِسی طرح میں بھی بچ گیا۔ یہ رؤیا بہت لمبی ہے۔ اِس کا صرف ایک حصہ میں نے دوستوں کے سامنے بیان کر دیا ہے۔

اب ڈاکٹر مجھے کہتے ہیں کہ تم اپنے دل کو یقین دلاؤ کہ تم بیمار نہیں ہو اور میں اُن سے کہتا ہوں کہ میں اپنے دل کو کیسے یقین دلاؤں۔ تمہارے پاس وہ کونسی دوا ہے جو میرے دل کو طاقت دے اور میں اُسے یقین دلا سکوں کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں میرے خدا کے پاس میری دوا موجود ہے۔ وہ اگر نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ۔ والی کیفیت پیدا کر دے تو پھر کوئی گھبراہٹ باقی نہیں رہتی۔ پھر خدا تعالیٰ کے فرشتے آپ ہی سارا کام کر دیں گے اور یہی اصل چیز ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے دل پر نازل ہوں اور وہ اس کی اصلاح کر دیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے ڈاکٹر مجھے کہتے ہیں کہ اگر آپ ایک دفعہ اپنے اوپر زور دے کر یہ یقین کر لیں کہ مجھے صحت ہوگئی ہے تو آپ کو مکمل صحت ہو جائے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک جسمانی صحت کا سوال ہے آپ بالکل تندرست ہیں۔ صرف اتنی کسر باقی ہے کہ آپ کو اپنی صحت کے متعلق یقین نہیں۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ بالکل تندرست تھے کہ آپ یکدم بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کو شدید صدمہ پہنچا ہے اِس صدمہ کی وجہ سے آپ گھبرائے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کسی وقت اپنے اوپر دباؤ ڈال کر یہ یقین کر لیں کہ آپ کو مکمل صحت ہوگئی ہے تو آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ میں اپنے آپ پر دباؤ کیسے ڈالوں؟ یہ تو اِسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے میرے دل پر نازل ہوں اور وہ اس کی اصلاح کر دیں اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ نہ یہ طبیبوں کے اختیار میں ہے اور نہ میرے اختیار میں ہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے مجھ پر کئی ایسے وقت بھی آتے ہیں جب ٹہلتے ٹہلتے یا بیٹھے بیٹھے میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ اب میں بالکل تندرست ہوں۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے جو دماغ پر بوجھ تھا وہ اب کہاں گیا ہے۔ اور میں سوچتا ہوں کہ میں تو بیمار تھا اب کیا ہو گیا ہے کہ میں اچھا بھلا ہو گیا ہوں۔ مگر دوسرے وقت جب بیماری کا حملہ ہوتا ہے تو میں سمجھ نہیں سکتا کہ مجھ پر جو اچھا ہونے کا وقت آیا تھا وہ کیسے آیا تھا۔ بہرحال جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے مجھے ایک

خواب کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ دعاؤں کے ساتھ میرا علاج ہوگا۔ لیکن بیماری کی وجہ سے میری یہ حالت ہے کہ میں نہ لمبا سجدہ کرسکتا ہوں اور نہ زیادہ دیر تک دعا کرسکتا ہوں۔ اِس لیے دوسرے دوستوں کے ساتھ مل کر ہی یہ دعا ہوسکتی ہے۔ یعنی دوست بھی دعا کریں اور جس قدر مجھ سے ہوسکے میں بھی دعائیں کروں اور اِس طرح خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو جائے۔ اور اِس وقت جو بار بار مجھے اپنی بیماری کا احساس ہوتا ہے وہ دور ہو جائے اور خدا تعالیٰ میخ کی طرح میرے دل میں یہ بات داخل کر دے کہ اب میں بالکل تندرست ہوں اور اس طرح میری موجودہ کیفیت جاتی رہے گی۔ جب مجھے یہ یقین پیدا ہو جائے گا تو خدا تعالیٰ چاہے گا تو باقی عوارض بھی خود بخود دُور ہو جائیں گے۔'' (الفضل 3 جنوری 1956ء)

1: المائدۃ: 68

2: الاعلیٰ:7

3: صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صَلَاۃِ الصُّبح

4،5: ترمذی ابواب الصَّلوٰۃ باب ما جاء فی بَدْ ء الاذان

6: صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا مِنَ اللّٰہ

7: النسائی کتاب مناسک الحج باب تحریم الْقَتْلِ فِیْہ

8: الشعراء:193 تا195

9: صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

10: القیٰمۃ :17

11: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (الواقعة: 79,78)

12: الشعراء:195,194

13، 14: صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم